ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.2 (2025)
(April to June)

اُردو کے منتخب سفر ناموں میں اطالوی سماج کا تجزیہ

An Analysis of Italian Society in Selected Urdu Travelogues

ارم ناز

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ لسانیات وادبیات اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

رئیس احمد مغل

پروفیسر، شعبہ اُردو گورنمنٹ سپیریر سائنس کالج، پشاور، پاکستان

Irum Naz

Ph.D Scholar, Department of Linguistics and Literature, Qurtuba University of Science and Technology, Peshawar

Raees Ahmed Mughal

Professor, Department of Urdu, Government Superior Science College, Peshawar

Abstract:

From a technical perspective, a travelogue is regarded as a form of non-fictional literature. Beyond merely discovering or introducing a region, a travelogue often provides valuable insights into the social and cultural values of the people in different countries. Many professionals who have travelled to Italy and pursued their work there recorded their experiences in writing. Italy holds significant importance in the world due to its culture, religion, and arts. Moreover, being one of the largest economies globally, Italy also maintains close economic and diplomatic relations with Pakistan. For this reason, several Pakistani poets and writers visited Italy and particularly highlighted its cultural environment and social conditions in their works. Thus, Urdu travelogues provide a detailed reflection of Italy's social values and cultural attitudes.

Keywords: technical perspective, non-fictional literature, significant importance. cultural environment, cultural attitudes

سفر نامہ ایک مسافر یا سیاح کے آنکھوں دیکھے حالات وواقعات پر مشتمل ہوتا ہے۔سفر نامہ دنیا کی تمام زبانوں کے ادب میں ایک مستقل صنف کی حیثیت رکھتا ہے۔اس صنف کے حوالے سے ایک قابل غور بات یہ ہے کہ بعض جگہوں پر آپ بیتی اور سفر نامہ کو ایک ہی صنف سمجھا جاتا ہے ۔تاہم تکنیکی اعتبار سے یہ دونوں الگ الگ اصنافِ ادب ہیں۔سفر نامہ کو انگریزی میں (TRAVELAGUE) کہا جاتا ہے۔جو کہ ایک مسلسل بیانیہ صنفِ ادب ہے۔سفر نامہ میں مختلف قدرتی نظاروں کی عکاسی کی جاتی ہے۔ڈاکٹر انور سدید سفر نامے کے متعلق لکھتے ہیں:

> "سفر کے ساتھ انجانے دیسوں کی سیر، نئی فضاؤں سے آشنائی اور انوکھے مناظر کی دید کا تصور وابستہ ہے۔"(۱)

سفر نامہ در حقیقت ایک مسافر یا سیاح کے دورانِ سفر رونما ہونے والے حالات اور آنکھوں دیکھے واقعات کی روداد کا نام ہے۔ سفر "عربی" زبان کا لفظ ہے جس کے متبادل رحلت اور سیاحت ہیں۔ جب کہ اس کے معنی مسافت، کُوچ کرنا، باہر جانا، روانگی، مسلسل جدو جہد اور مطلوب کی طلب کا مسلسل شوق ہے۔ سفر کو ہر انسان کی زندگی میں نہایت اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں پیدا ہونے اور جینے والا ہر ایک شخص مسافر ہے۔ کیونکہ سفر کے بغیر زندگی نامکمل ہے اور ہر ذی روح کی زندگی کا سفر پیدائش سے شروع ہو کر اس کی موت پر ہی اختتام پذیر ہوتی ہے۔

انسان کی ترقی کا راز سفر سے جڑا ہے۔ کیوں کہ انسانی زندگی بذاتِ خود ایک سفر ہے جو ماں کی کوکھ سے شروع ہو کر قبر کی گود تک جاری رہتا ہے۔ ایک عمدہ اور اعلیٰ پائے کے سفر نامہ کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا تحریر کنندہ کسی خاص مقام یا علاقے کی سیر کرنے کے بعد حاصل شدہ تجربات اور احساسات کو اس انداز سے بیان کرے کہ قاری سفر نامہ نگار کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی مذکورہ سفر کرتے ہوئے محسوس کرے۔ سفر کے بارے میں ڈاکٹر قدسیہ قریشی لکھتی ہیں:

> "ایک مسافر کو دنیا کی معاشرت طریقہ تمدن علوم و فنون اور مناظر قدرت کا نظارہ مختلف ممالک کے لوگوں سے تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ جس سے اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۲)

کچھ لوگ سیاحتی مقامات دیکھنے کے شوقین ہوتے ہیں جب کہ کچھ لوگ حصولِ علم و بصیرت اور اپنے مذاہب کی وعظ و تبلیغ کے لئے سفر اختیار کرتے ہیں۔ ایک انسانی زندگی میں جمود کا رونما ہونا اُسے ترقی کے بجائے تنزلی کے راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس جمود کا توڑ یا کسی ملک و معاشرے کی ترقی میں سفر کو کلیدی عمل دخل حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دوسرے سفر نامہ نگار نے سفر کو وسیلہ روزگار قرار دیا ہے۔ سفر چاہے تجارت کے لئے ہو یا حصولِ علم، مذہب کی تبلیغ، سیاسی یا معاشی مقاصد، مقاماتِ مقدسہ کی زیارت، حج یا پھر مختلف علاقہ جات کی سیر و تفریح وغیرہ کی غرض سے ہو اس کی نہ کوئی قید ہے اور نہ کوئی حد بندی کیوں کہ سفر نا صرف اندرونِ ملک کیا جاتا ہے بلکہ یہ بیرونِ ممالک بھی انجام پذیر ہوتا ہے۔ سفر نامہ میں ایک سیاح یا مسافر چشم دید مناظر کے ہمراہ دورانِ سفر اپنے تجربات اور مشاہدات کو براہ راست بیان کرتا ہے۔ غیر افسانوی ادب میں سفر نامہ کو اس لیے بھی اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں افسانوی ادب کے مخصوص اور روایتی قصے کہانیوں کے برعکس سچائی پر مبنی حقائق کو پیش کیا جاتا ہے۔ رحمان مذنب نے سفر نامہ کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "سفر نامے کا محرک اور اس کی شرطِ اول سفر ہے۔"(۳)

سفر یا سفر نامہ نگاری کی صنف کو کسی خاص علاقے، معاشرے یا مذہب سے قطعاً منسلک نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سفر نامے کی صنف میں مسلم اور غیر مسلم سیاحوں نے بڑھ چڑھ کر طبع آزمائی کی۔ جن کے بیشتر سفر ناموں نے عالمی ادب میں اپنی دھاک بٹھا رکھی ہے۔ ان مشہور و معروف سفر ناموں میں سرسید احمد خان کا سفر نامہ "مسافران لندن"، شبلی نعمانی کا سفر نامہ "روم و مصر و شام"، مولانا محمد حسین آزاد کا سفر نامہ "نگارستان فارس"، مولوی محبوب عالم کا سفر نامہ "سفر نامہ یورپ"، مولوی مسیح الدین کا سفر نامہ "تاریخ انگلستان"، میرزا نثار علی بیگ کا سفر نامہ "یورپ"، مولانا جعفر تھانیسری کا سفر نامہ "کالا پانی"، مولانا حکیم سید عبدالحئی کا سفر نامہ "دہلی اور اس کے اطراف"، گوپی چند نارنگ کا سفر نامہ "سفر آشنا"، بلراج کومل کا سفر نامہ "جزیروں کی سرگوشیاں"، رام لعل کا سفر نامہ "زرد پتوں کی بہار"، جوگندر پال کا سفر نامہ "پاکستان یاترا"، نریندر لوتھر کا سفر نامہ "ہوائی کو لمبس"، دلیپ سنگھ کا سفر

نامہ ''آوارگی آشنا'' اور مجتبیٰ حسین کے سفر نامے ''جاپان چلو۔ جاپان چلو'' وغیرہ کے علاوہ دیگر کئی سفر نامے بھی اُردو زبان و ادب کی زینت ہیں۔ ایک معیاری سفر نامہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا لکھنے والا اپنے سفر کی روداد اور سفر کئے گئے مقامات کی عکاسی قاری کے سامنے ایسے انداز میں پیش کرے کہ قاری کے ذہن میں ان مناظر کی چلتی پھرتی تصاویر بن جائیں اور قاری سفر نامہ پڑھتے وقت خود کو اُسی جگہ پر محسوس کرے۔ سفر نامہ لکھنا ایک طرح کا فن ہے جو کہ سفر نامہ نگار سے دو چیزوں کا تقاضا کرتا ہے۔ اول یہ کہ سفر نامہ نگار نے واقعی اُس جگہ کا سفر کیا ہو جس کے بارے میں وہ تحریر کر رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ سفر نامہ نگار سفر کے بارے میں جو بھی تحریر کر رہا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہو۔

اٹلی زمانہ قدیم سے عیسائی مذہب کے سب سے بڑے اور قدیم مسلک کیتھولک کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ یورپ کی نشاۃ الثانیہ کا اولین پڑاؤ بھی ہے۔ ترکوں کے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے نتیجہ میں عیسائی عالم اور فن کار مختلف ممالک میں پناہ گزین ہوئے جن میں سب سے بڑا مرکز اٹلی تھا۔ جس کی وجہ سے مغربی تہذیب اور یورپ کی ثقافتی شناخت کے لیے اطالیہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یورپ کی دیگر اقوام کی طرح صنعتی انقلاب سے مستفید ہونے کے بعد اٹلی نے بھی افریقہ اور ایشیا کی اقوام کو ہتھیار فراہم کر کے اپنے تجارتی اور مالی مفادات کو آگے بڑھایا۔

قیام پاکستان کے بعد سفارتی سطح پر پاکستان پچاس برس پر پھیلی سرد جنگ میں مغرب اور امریکہ کا حلیف اور اشتراکی روس کا حریف رہا۔ یوں لامحالہ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد تعمیر نو کے مرحلے سے گزرنے والے اطالیہ سے پاکستان کے سفارتی تعلقات انتہائی خوشگوار رہے ہیں۔ سرد جنگ کے بعد سے اب تک عالمی سطح پر جاری دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بھی اطالوی اور پاکستانی موقف یکساں رہا ہے۔ اٹلی کی معیشت کا شمار آج دنیا کی بڑی بڑی معیشتوں میں ہوتا ہے۔ دو لاکھ پاکستانی ہنر مندوں کے اٹلی میں قیام کے باعث، آج یورپی یونین میں سب سے زیادہ ترسیلاتِ زر اٹلی سے پاکستانی بھیجتے ہیں۔ جب کہ پورے مغربی ممالک میں پاکستان کو ترسیلاتِ زر پہلے نمبر پر برطانیہ میں مقیم پاکستانی اور دوسرے نمبر پر اٹلی سے موصول ہوتی ہیں۔ اطالیہ سے ان قریبی سفارتی اور معاشی تعلقات کے سبب پاکستانی مصنفین نے اطالیہ کے بارے میں کئی سفر نامے تخلیق کیے ہیں۔ ان میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو مختلف پیشوں سے وابستہ ہیں اور جنہوں نے اپنے پیشہ ورانہ امور کی انجام دہی کے لیے نہ صرف ملک اطالیہ کا سفر کیا بلکہ اس کی روداد بھی قلم بند کی۔ چونکہ اطالیہ ثقافت، مذہب اور فنون لطیفہ کے حوالے سے دنیا بھر میں ایک اہم ملک ہے لہٰذا دنیا بھر کی طرح بعض پاکستانی شعرا اور ادبا بھی اطالیہ گئے اور وہاں کے ثقافتی ماحول اور سماجی حالات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔ ملک اطالیہ کی مختلف خوبیوں کے بارے میں پاکستانی سفر نامہ نگاروں کے خیالات مذکورہ تحریر کا حصہ ہیں۔

اطالیہ کی سلطنت مسیحی مذہب کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ وہاں کے مذہبی و روحانی پیشوا کو ''پوپ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اطالیہ کو ''رومن کیتھولک'' فرقے کا گڑھ بھی مانا جاتا ہے۔ یوں تو اطالیہ میں جاگیر دارانہ نظام قائم ہے تاہم وہاں پر مذہبی آمریت اور پاپائی ریاستوں کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ اطالیہ کے مختلف شہر تاریخی و تہذیبی لحاظ سے دنیا بھر میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ جن میں ''پیسا، میلان اور روم'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ملک اطالیہ کے حوالے سے لکھے گئے سفر ناموں میں سلمیٰ اعوان کا سفر نامہ ''اٹلی ہے دیکھنے کی چیز'' ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اطالوی شہر ''پیسا'' کے لوگوں کے بارے میں سلمیٰ اعوان اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں قلم بند کرتی ہیں:

"مذہبی لحاظ سے کہہ لیں۔ دینیاتی حوالے سے سوچ لیں کہ فیلڈ آف ماریکلز کی حیثیت
پیسا کے ایک شہری کی زندگی میں چار لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ سیپسٹری میں
اسے عیسائی بنایا جاتا ہے۔ ڈومہ میں اس کی شادی ہوتی ہے۔ یونیورسٹی کی تقریبات میں
اسے دنیاوی اعزازات سے نوازا جاتا ہے اور کمپنٹو قبرستان میں وہ دفن ہوتا ہے۔"(۴)

اٹلی میں رومن کیتھولک کے بعد دینِ اسلام دوسرا بڑا مذہب گردانہ جاتا ہے۔ ۲۰۰۶ میں کیے گئے ایک غیر سرکاری سروے کے اعداد و شمار کے مطابق وہاں مسلمانوں کی تعداد تقریباً دس لاکھ کے برابر ہے۔ اطالیہ میں مسلمانوں کی آمد نویں صدی عیسوی میں "صقلیہ خلافت عباسیہ" کے دور اقتدار سے ہوئی۔ جس کی ایک بڑی وجہ وہاں کی کاروباری سرگرمیاں بھی ہیں۔

ملک اطالیہ کے حوالے سے لکھا گیا ایک اور سفر نامہ "پیرس ۲۰۵ کلو میٹر" جس کے لکھاری اختر مونکا ہیں کے مطابق مختلف ملکوں اور علاقوں کے رہنے والے لوگ اپنے علاقوں کی مشہوری کے لیے الگ الگ حربے استعمال کرتے ہیں۔ جن میں زیادہ تر لوگوں نے اپنے علاقوں میں موجود مختلف چیزوں سے مختلف قسم کی کہانیاں منسوب کر رکھی ہیں۔ اطالیہ بھی اس بارے میں پوری دنیا میں مشہور ہے کیونکہ وہاں کے لوگ اساطیری عناصر اور من گھڑت کہانیوں اور محاورات پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اطالیہ کے مختلف شہروں میں موجود اکثر و بیشتر عمارتوں کے ساتھ اطالوی لوگوں نے یہ بات جوڑ رکھی ہے کہ اس کے ختم یا تباہ ہونے سے قیامت آ جائے گی۔ اسی لیے بیشتر سیاح اور مقامی لوگ وہاں پر موجود مختلف چیزوں کی سلامتی کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ اختر مونکا کے مطابق:

"اٹلی والوں نے اپنی قدیم عمارتوں سے قیامت کے اتنے گہرے رشتے جوڑ رکھے ہیں کہ
ہر سیاح ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتا ہوا اٹلی سے واپس جاتا ہے۔"(۵)

اختر مونکا نے وینس کے سوداگروں جو کہ پوری دنیا میں تجارت کے حوالے سے مشہور ہیں کے علاوہ وہاں کے مشہور سیاح "مارکو پولو" کے کارناموں کا بھی عمدگی سے ذکر کیا ہے۔ اس سفر نامے میں مصنف نے اپنے ذاتی تجربات اور احساسات کو کھلم کھلا بیان کیا ہے اور بعض جگہوں پر اپنے ساتھ ہونے والے دھوکوں اور ان کی وجوہات کو بھی تفصیل سے لکھا ہے جن میں یا تو اطالوی حسیناؤں کی جانب راغب ہونا یا پیسے کی لالچ شامل ہے۔ اُن کے مطابق ان تمام باتوں سے آگاہی ایک انجان اور نئے سیاح کے لیے نہایت ضروری ہے۔ مذکورہ سفر نامے میں اختر مونکا نے اطالیہ کی دیگر اہم معلومات کے ساتھ ساتھ اس کے مختلف شہروں میں سیاحوں کو ہوشیار رہنے کی بھی تاکید کی ہے۔ اُن کے مطابق اگر سیاحت کی غرض سے مرد سیاح اطالیہ جائیں تو وہاں کے نوسرباز اور چور اچکے اُن کی جیب کی ٹوہ میں رہتے ہیں جب کہ اگر سیاح عورتیں ہوں تو وہاں کے لچے لفنگے مرد انہیں طرح طرح سے ہراساں اور تنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز اٹلی کے شہر "روم" میں ٹریفک اور خاص طور سے نوجوان ڈرائیوروں کی طرزِ ڈرائیونگ بھی کسی خطرے سے خالی نہیں ہوتی اور جہاں سیاحوں کو دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ خود ہی ان باتوں سے بچنا پڑتا ہے۔

انسان کی زندگی میں اس کے ضمیر کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے اگر کسی انسان کا ضمیر زندہ ہو تو وہ اسے ہر اچھے کام پر داد اور برے کام پر ٹوکتا ہے۔ تاہم اگر کسی انسان کا ضمیر مر جائے تو اس سے اچھے برے کی پہچان ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس بات کا درس اے حمید نے اپنے سفر نامے "وینس کی سلگتی راتیں" میں دینے کی کوشش کی ہے۔ اے حمید کا سفر نامہ "وینس کی سلگتی راتیں" خالصتاً ملک اطالیہ کے بارے میں ہے جس میں مصنف نے اطالیہ کے مختلف علاقوں کے لوگوں کے رہن سہن، بود و باش، وہاں کی تہذیب و ثقافت اور خاص طور سے وہاں پر بسنے والے لوگوں کی عادات و اطوار کے ہمراہ اُن کے حسن کا احاطہ بھی کیا ہے۔ اے حمید نے اپنے مذکورہ سفر کو

محض تفریح کے لیے اختیار کیا تھا تاہم اس سفر کے دوران اُنہیں مختلف قسم کی صعوبتوں سے پالا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا یہ سفر سیاحت و تفریح کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے ایڈونچرز سے بھی بھرپور تھا جن کو مصنف نے نہایت دلچسپی سے اپنے سفر نامے میں تحریر کیا ہے۔ وہ ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

> ''مرد کی یہی کمزوری اسے لے ڈوبتی ہے۔ اگر کسی مرد کی بیوی یا کوئی شریفانہ ماحول میں رہنے والی لڑکی یہ کہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں تو یہ بڑی خوش آئند بات ہوتی ہے اور اس سے مرد کی شرافت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن جب کوئی نیم طوائف یا پوری طوائف یا کلب ڈانسر لڑکی یہ کہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں تو مرد کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ ایک کان سے سنے اور دوسرے کان سے نکال دے۔''(۶)

اے حمید رومانوی طبیعت کے مالک تھے۔ اُنہیں سنہرے بالوں والی اطالوی لڑکی سے رومانس لڑانے کے چکر میں اطالیہ میں طرح طرح کی مصیبتوں سے پالا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس سفر نامے میں لوگوں کو اس بات کی نصیحت کی ہے کہ کوئی بھی شریف لڑکی کسی مرد سے محبت کا اظہار کرے تو وہ اس کے لیے یقیناً خوشی اور فخر کی بات ہوگی تاہم کسی طوائف کی طرف سے محبت کی پیشکش پر مرد کو چاہیے کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھے ورنہ وہ کسی بھی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ اے حمید بھی اطالیہ میں سنہری بالوں والی لڑکی کے چکر میں اپنے آپ کو ایک بڑی مصیبت میں جھونک چکے تھے تاہم اپنی ضمیر کی آواز پر وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنی جان بچانے اور اپنے ملک پاکستان واپس آنے کے درپہ ہوگئے۔ اس کی مثال ہمیں درج ذیل پیراگراف سے بخوبی ملتی ہے:

> ''اب میرا دماغ میرے ضمیر کو اپنی مرضی کے مطابق سمجھانے لگا کہ یہ لڑکی محض ایک ڈانسر ہے، تم اس کی باتوں پر کیوں اعتبار کرتے ہو۔ ہو سکتا ہے کل کو وہ پھر اسی ڈگر پر آ جائے۔ اور پھر تم اس کے ساتھ اگر شادی بھی کر لو گے تو مار کو مافیا کے لوگ تمہیں کبھی نہ کبھی ضرور دبوچ لیں گے۔ نتالی تو بڑے آرام سے اپنی پرانی زندگی اختیار کر لے گی مگر تم رگڑے جاؤ گے۔''(۷)

درج بالا پیراگراف میں اے حمید کو جب اس بات کا ادراک ہوا کہ جس لڑکی کی خاطر وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ رہے ہیں وہ محض ایک طوائف ہے جو کسی بھی وقت انہیں چھوڑ کر اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں دوبارہ واپس جا سکتی ہے۔ جب کہ اُن کے خطرناک اور گھناؤنے منصوبے میں شامل ہونے سے مصنف کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے تو انہوں نے اُس لڑکی سے جدا ہونے کا فیصلہ کر لیا اور بڑی مشکل سے اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہوئے۔ بدقسمتی سے پاکستان اور ہندوستان سے یورپین ممالک اور خاص طور سے اٹلی جانے والے اکثر و بیشتر باشندوں کے ذہن میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ وہ وہاں کے آزاد ماحول میں مختلف قسم کی عیاشیاں کریں گے اور وہاں کی لڑکیوں سے باآسانی رومانس لڑائیں گے تاہم اس قسم کی حرکتیں نئے سیاحوں یا مسافروں کو بعض اوقات بھاری بھی پڑ سکتی ہیں جن کی وجہ سے وہ بڑی مصیبت میں پھنسنے کے ساتھ ساتھ جان سے بھی ہاتھ دھو سکتے ہیں۔ اطالیہ کے حوالے سے عشرت معین سیما کا سفر نامہ ''اٹلی کی جانب گامزن'' زیادہ تر معلوماتی اور سنجیدہ نوعیت کا حامل ہے جس میں مصنفہ نے اپنی اطالیہ کی تمام سرگرمیوں کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ انہوں نے بعض جگہوں پر اپنی مزاحیہ حس کا بھی خوبصورتی سے مظاہرہ کیا ہے۔ بہت سے مسافروں اور سیاحوں نے برِاعظم یورپ کے مختلف ممالک کے اسفار کو زینہ بہ زینہ، منزل بہ منزل خوشیوں، طمانیت اور کامیابیوں

سے بھرپور قرار دیا ہے۔ سفر نامہ ''اٹلی کی جانب گامزن'' میں مصنفہ نے اپنے زاویہ نگاہ کے مطابق مختلف مناظر کو نہایت عمدگی سے قلم بند کیا ہے۔ وہ زیادہ تر مختلف مقامات پر لوگوں کو ہنستا کھیلتا اور دکھ درد بانٹتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔ وہ بیشتر اوقات نہایت فخر سے اطالیہ کے مختلف مناظر کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ جب کہ بعض اوقات وہ اطالیہ کے لوگوں اور وہاں کی مختلف چیزوں کا موازنہ اپنے آبائی ملک پاکستان اور اس کے لوگوں سے کرتے ہوئے غمگین بھی ہو جاتی ہیں۔

اٹلی میں قیام کے دوران عشرت معین سیما کی مختلف لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ جن میں میلان کے قریبی شہر وریسے میں یورپ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون اُن کی میزبان تھیں جن کے خاندان کا شمار دنیا کے پچاس امیر خاندانوں میں ہوتا ہے اور اٹلی کی معاشی استحکام کی ایک ڈور بھی اس خاندان کے ہاتھ میں ہے۔ مصنفہ اٹلی میں جس گھر میں رہائش پذیر تھیں اُس میں اُن کے میزبان میاں بیوی اور سات بچوں کے علاوہ اُن کے پانچ مستقل ملازم بھی تھے۔ تاہم اس کے باوجود بھی اُس گھر کی خاتون خانہ اپنے کنبے اور گھر کا زیادہ تر کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں اور یہی ملکِ اطالیہ بلکہ یورپ کی ترقی کا راز ہے۔ عشرت معین سیما اپنے سفر نامے میں اٹلی کے بارے میں ایک جگہ پر ان الفاظ میں رقم طراز ہوتی ہیں:

> ''یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک کے لوگ اٹلی کے فن و ثقافت کے مداح ہیں۔ قدرت نے یہاں اپنی دلکشی ہر لحاظ سے برقرار رکھی ہوئی ہے۔''(۸)

سلمٰی اعوان نے بھی اٹلی کے حوالے سے ایک عمدہ سفر نامہ ''اٹلی ہے دیکھنے کی چیز'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے جس کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ مشفقانہ اور خوش مزاج طبیعت کی مالکہ ہیں۔ اُن کی شخصیت میں براعظم ایشیا کے لوگوں کا عکس اور ان کا جذباتی پن صاف طور پر عیاں نظر آتا ہے۔ دیگر لوگوں کی طرح سلمٰی اعوان بھی اٹلی کی تہذیب و ثقافت اور وہاں کے لوگوں کی سماجی اقدار کی دلدادہ ہیں۔ اطالیہ کے لوگوں کی ایک خاص بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں نے آج بھی اپنے بزرگوں کی تہذیب و ثقافت کا پاس رکھا ہوا ہے۔ وہاں پر شہروں یا قصبوں میں فنِ تعمیر کے علاوہ دیگر اُمور کی انجام دہی میں جدت کے ہمراہ اپنے آباواجداد کی تہذیب و ثقافت کو ضرور مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی وہاں کے بیشتر علاقوں کی گلیوں، محلوں اور گھروں کی ساخت میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اطالیہ کا معاشرتی نظام نئی جدتوں سے ہم آہنگ ہوتا جا رہا ہے جس کے اثرات وہاں کی مختلف اشیا پر بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ جس کا اندازہ درج ذیل پیرے سے لگایا جا سکتا ہے:

> ''خاندان، مذہب اور کھانا اٹلی کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کے تین پہلو جو کبھی بہت اہم تھے۔ اب مذہب اور خاندان کا شیرازہ بکھر گیا ہے کھانے باقی رہ گئے ہیں۔''(۹)

کسی بھی ملک کے باشندوں کی بود و باش، طرزِ زندگی، وہاں کی تعمیرات، فنونِ لطیفہ، تعلیم، لوگوں کے سماجی رویے، اقتصادی حالات، کھانے پینے کی چیزیں، مذہب، قوانین، اور خاندانوں کے آپس میں تعلقات اُس کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض ماہرین کے مطابق اطالیہ میں کھانوں کے علاوہ دیگر اقدار میں آہستہ آہستہ تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ جن کے ثبوت ہمیں سلمٰی اعوان کے سفر نامے ''اٹلی ہے دیکھنے کی چیز'' میں جابجا نظر آتے ہیں۔ دیگر سفر نامہ نگاروں کی مانند ڈاکٹر عبدالحق نے بھی اپنے سفر نامے ''اطالیہ'' میں وہاں کی تہذیب و ثقافت، تمدن اور اس کی تاریخ کا جامع نقشہ کھینچا ہے۔ انہوں نے بڑے سلیقے اور بُردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے اطالیہ کی تاریخ، تہذیب اور ثقافت کو بیان کرنے کے بعد اس کے حکمران، جنگ و جدل، قدیم و جدید طرز تعمیر، مذہب اور خاص طور سے ماضی کی قدیم روایات کو بھی اپنے سفر نامے میں شامل کیا ہے۔

ڈاکٹر عبد الحق نے اطالیہ کی مجموعی تاریخ کے ہمراہ اس کے مختلف شہروں کی انفرادی، تاریخی اور تہذیبی حوالوں کے علاوہ اس کے اسلاف کے کارناموں کا بھی نہایت عمدگی سے نقشہ کھینچا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے اطالیہ کے مشہور شعرا، فنون لطیفہ، گرجاگھروں، مذاہب، مشہور عمارات، لاوے، آتش فشاں، وہاں کے باشندوں، اُن کی عادات و اطوار، پہاڑی سلسلے، صحرا، باغات، گلیاں، چوری چکاری، ہمدردی، بغاوتیں، کھیل تماشے، میدان، مشہور مصور، معروف مینار حتیٰ کہ ہر ایک چیز کو اپنے سفر نامے میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر عبد الحق اپنے سفر نامے "اطالیہ" میں لکھتے ہیں:

> "اطالیہ میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے بعد سب سے زیادہ شہرت وہاں کے ریاضی دان اور سائنسدان گلیلیو کو حاصل ہوئی۔ اس نے سب سے پہلے کشش ثقل کا اندازہ کیا۔ اوراوپر سے نیچے آنے والی اشیاء کے رفتاراور کشش پر مقالہ لکھا، سیاروں کی رفتار اور کیفیت پر نئے نظریے پیش کئے۔ چاند کی سطح کے متعلق اپنے رائے ظاہر کی اورایک ایسی دوربین بنائی جس سے سیاروں کی رفتار کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔"(۱۰)

اطالیہ ہمیشہ سے مختلف تہذیبی و ثقافتی اقدار کا گہوارہ رہا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ اس کا یورپ اور ایشیا کے بڑے بڑے تجارتی مراکز میں شمار ہوناہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں تجارت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہے۔ اطالیہ میں مختلف تہوار نہایت جوش وجذبے سے منائے جاتے ہیں۔ وہاں دیگر تہواروں کے علاوہ سالانہ بنیادوں پر ایک مخصوص تہوار منایا جاتا ہے جس میں لوگ ایک دوسرے پر سڑکوں اور بازاروں میں مالٹے، کینو اور ٹماٹروں سے حملہ کر کے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اطالیہ زندہ دل اور زندگی سے لطف اندوز ہونے والے باشندوں کا مسکن ہے۔ اس ملک کی قدامت اور تاریخی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر عبد الحق ایک اور جگہ پر اپنے احساسات ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں:

> "دنیا کے مختلف ممالک میں اطالیہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس ملک کی تاریخی اہمیت، یہاں کے قانون اور نظم ونسق کے طریقے، یہاں کی عمارتیں اور یہاں کا آرٹ، یہاں کی مصوری کے نمونے اور یہاں کی شاعری، یہاں کے علوم و فنون اور یہاں کی آزادی کی تحریکیں، یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ تاریخ کے طالب علم کو خود بخود اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔"(۱۱)

اطالوی سفر ناموں کے سلسلے میں بشریٰ رحمٰن کا سفر نامہ "براہِ راست" بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس میں اُنھوں نے ایشیائی لوگوں کے حوالے سے ایک اہم نقطے کی نشاندہی کی ہے۔ اُن کے مطابق ایک انسان دوسرے ملک میں اپنے علاقے کا سفیر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اُس کی عادات و اطوار سے بھی لوگ اُس کے علاقے کے بارے میں اندازے لگاتے ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل پیرا قابل غور ہے:

> "ہم دوسرے ملکوں میں جاتے ہی انتہائی مہذب بن جاتے ہیں۔ گندگی ادھر ادھر نہیں پھیلاتے۔ دکان کا دروازہ نزاکت سے کھول کر خود ہی آہستہ سے بند کر دیتے ہیں۔ راستہ مانگنے کے لیے بے اختیار ایکسکیوز می کہہ دیتے ہیں۔ کسی کو انجانے میں کہنی لگ جائے تو

"آئی ایم سوری" کہنے سے گریز نہیں کرتے اور خوش ادا سیلز گرل سے پیکٹ لیتے وقت تھینک یو کہنا نہیں بھولتے۔"(۱۲)

یہ حقیقت ہے کہ دیگر ممالک میں جانے کے بعد انسان شریف اور مہذب بن جاتا ہے اور اپنے ملک کے برعکس وہ ہر قسم کے قواعد و ضوابط کا نہایت خیال رکھتا ہے۔ خاص طور سے پاکستان، ہندوستان یا ایشیا سے تعلق رکھنے والے بیشتر ممالک کے لوگ اپنے ملک میں صفائی ستھرائی کے علاوہ دیگر بہت سی باتوں کا خیال نہیں رکھتے۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب پر فرض ہے کہ ہم دوسروں کے حقوق کا خاص طور سے خیال رکھیں کیونکہ صفائی ہمارے دین کا لازمی حصہ ہے۔ جسے نصف ایمان کا درجہ دیا گیا ہے۔ تاہم اپنے ملک میں ہم ان باتوں کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے جب کہ دیار غیر میں ہم انتہائی مہذب اور شریف بن جاتے ہیں۔ عشرت معین سیما نے اپنے سفر نامے "اٹلی کی جانب گامزن" میں ملکِ اطالیہ کے خدوخال نہایت عمدگی سے کھینچے ہیں۔ انہوں نے ایک محدود حد تک اطالیہ اور اس کے مختلف علاقوں کی تہذیب و ثقافت کا ذکر بھی کیا ہے۔ انہوں نے اپنے سفرنامے میں اطالیہ کے میدانوں، گلیوں، گھروں، خواتین، بچوں کی عادات واطوار، بڑوں کے رہن سہن کے طریقے، وہاں کے لوگوں کا مزاج، باغات، شاپنگ مالز، گاڑیوں، سڑکوں، کشتیوں اور جزیروں کے علاوہ اطالیہ میں چوری چکاری اور دغا بازی کے واقعات کے ہمراہ وہاں کے باشندوں کی خوش اخلاقی کا ذکر بھی عمدگی سے کیا ہے۔ اُن کا رجحان چونکہ ادب کی جانب زیادہ راغب ہے لہٰذا اُنہوں نے اپنے مذکورہ سفر نامے میں اطالیہ میں ہونے والے مختلف کورسز کا، نفرنسز اور ادبی معلومات بھی قارئین کو مربوط انداز سے پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

اطالیہ میں مختلف تعلیمی اداروں، دفتروں اور بازاروں وغیرہ میں "نشانِ عیسائیت" "حضرت عیسیٰ علیہ السلام" اور "بی بی مریم علیہ السلام" کی تصاویر نہایت عزت و احترام سے لگی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ جس طرح مسلمانوں کی دکانوں، مارکیٹوں، گھروں اور مساجد میں اللہ تعالیٰ کے نام یا قرآنی آیات وغیرہ دیواروں پر آویزاں دکھائی دیتے ہیں اسی طرح اطالیہ میں بھی یہ رواج عام ہے۔ اس کے علاوہ اکثر اوقات چرچ کے سامنے سے گزرتے ہوئے مختلف افراد سر اور کانوں پر ہاتھ رکھ کر اپنا مذہبی سلام عقیدت سے پیش کرتے ہیں۔ وہاں کے لوگ اکثریتی تعداد میں روزانہ رات کو بائبل سے کچھ نہ کچھ پڑھتے اور دعا کرتے ہیں۔ اس دوران مرد وخواتین، بچے بوڑھے عبادت کے لحاظ سے کسی نہ کسی ورد میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔ مذہبی حوالے سے اطالیہ کا ذکر کرتے ہوئے عشرت معین سیما اپنے سفر نامے میں تحریر کرتی ہیں:

> "دنیا میں اٹلی کو عیسائیت کا مرکز بھی مانا جاتا ہے۔ یہاں ۸۲،۲ فیصد لوگ کیتھولک ہیں۔ ۱۶،۲ فیصد لوگ یہاں ایسے بھی ہیں جن کا تعلق کسی بھی مذہب سے نہیں ہے جو کہ زیادہ تر نوجوان ہیں اور چرچ کے ٹیکس کی چھوٹ حاصل کرنے کے لئے بھی بظاہر لادینیت اختیار کر لیتے ہیں اس کے علاوہ ساڑھے تین فیصد لوگوں کا تعلق دوسرے مذاہب سے ہے جن میں بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے۔"(۱۳)

اطالیہ کے لوگ عبادت کا بھرپور اہتمام کرتے ہیں۔ وہاں اتوار والے دن گرجا گھروں میں گھنٹیاں بجتی ہیں۔ مختلف خاندان کے تمام افراد جوق در جوق عبادت میں حصہ لینے کے لیے گرجا گھروں کا رخ کرتے ہیں۔ وہ لوگ صبح سویرے ناشتے کے بعد نکلتے ہیں اور بیشتر اوقات پورا دن عبادت میں گزار دیتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ گرجا گھروں میں ہی دن گزار کر دوپہر کا کھانا وہیں کھاتے ہیں اور شام

کو واپس گھر لوٹتے ہیں۔ اٹلی کے اُردو سفر ناموں کے حوالے سے ایک اور لکھاری عبد المالک مجاھد کا تعلق پاکستان سے ہے اور اُن کے سفر نامے کا نام "میرے سنہرے سفر نامے" ہے۔ وہ سعودیہ عرب میں "دارالاسلام ادارے" سے وابستہ ہیں اور اسی وجہ سے سعودیہ عرب میں مقیم ہیں۔ اُن کا رجحان چونکہ دینِ اسلام کی جانب زیادہ راغب ہے اسی لیے اُنہوں نے اپنے مذکورہ سفر نامے میں اسلامی اقدار کو فوقیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اٹلی کے شہر روم میں قائم "اسلامک سنٹر" کی سیاحت کرتے ہوئے خوشی سے نہال ہیں۔ اُن کا اصل مقصد اطالوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنا تھا۔ اس سلسلے میں عبد المالک مجاھد اپنے اور اٹلی کے شہر (روم) میں قائم "اسلامک سنٹر" کے منیجر عبد الرحمٰن کے مابین ہونے والے مکالمے کچھ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

> "آج میں رجسٹرڈ دیکھ رہا تھا ستمبر کے مہینے میں بارہ مرد و خواتین نے اسلام قبول کیا۔ سالانہ ۸۰ سے ۱۰۰ افراد اس سنٹر میں اسلام قبول کرتے ہیں۔ ہم ان کو رجسٹر کرتے ہیں۔ ان کو مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ جاری کرتے ہیں۔ حکومت ہمارے ادارے کے سرٹیفیکیٹ پر ہی اعتماد کرتی ہے۔"(۱۴)

یورپ کے مختلف ممالک میں دین اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت ساری غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ایسے میں "اسلامک سنٹر" یا "دارالاسلام" جیسے ادارے وہاں پر مسلمانوں کے خلاف پائی جانے والی غلط فہمیوں کو ختم کرنے کے لئے نہایت زبردست کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب کی حکومت نے اٹلی میں بھی "اسلامک سنٹر" قائم کر رکھا ہے۔ جس کا دورہ کرتے ہوئے عبد المالک مجاھد نے اس کی خوبیوں سے متاثر ہوتے ہوئے اس کے بارے میں درج بالا پیرا لکھا ہے۔ اطالیہ کے مذکورہ دورے کے دوران اُن کے دل میں ایک خواہش جاگ اُٹھی کہ اٹلی میں بھی "دارالاسلام سنٹر" جیسے ادارے کی ایک شاخ کھولی جائے۔ مفتی تقی عثمانی اپنے مذہبی علم و مرتبے کی وجہ سے دنیا کے مختلف ممالک اور خاص طور سے مسلم ممالک میں ہر دلعزیز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں دنیا بھر میں مختلف ممالک کی مشہور و معروف یونیورسٹیوں یا دیگر اجتماعات میں دینِ اسلام کے مختلف اقدار پر لیکچر کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی سرگرمیاں مغربی ممالک میں اسلام مخالف قوتوں کے خلاف حقیقت پسندانہ مطالعے یا شعور اُجاگر کرنے کے لیے عمدہ ہتھیار ہیں۔

اٹلی کے حوالے سے مفتی محمد تقی عثمانی نے بھی "دنیا میرے آگے" کے عنوان سے سفر نامے کی صنف میں ایک اور اضافہ کیا ہے جس میں اُنھوں نے "ویٹیکن سٹی" کی بہت سی تاریخی عمارتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں وہاں کا میوزیم اور لائبریری خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس سفر نامے میں مصنف نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ وہاں لائبریری میں عیسائی مذہب اور اس کی تاریخ پر بہت نایاب کتب اور مخطوطات کا سلسلہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اپنے مذکورہ سفر نامے میں اُنہوں نے اطالیہ کے ایک اور شہر روم کے کھنڈرات کا بھی نہایت عمدگی سے ذکر کیا ہے۔ اُن کے مطابق ویٹیکن سٹی کے بعد وہ قدیم رومی محلات اور تعمیرات کے کھنڈرات پر مشتمل علاقے میں بھی گئے جہاں قدیم زمانے کے پُر شکوہ محلات اور تعمیرات کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ اطالیہ کے شہر "وینس" کی خوبصورتی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس شہر نے مفتی تقی عثمانی جیسی مذہبی اور روحانی شخصیت کو بھی اپنے حسن کے سحر میں جکڑ رکھا ہے۔ وینس کی خوبصورتی کے بارے میں وہ ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

> "وینس کی یہی خصوصیت ہے جسے دیکھنے دنیا بھر سے سیاح یہاں آتے ہیں کہ یہ پورا شہر پانی کے بیچوں بیچ آباد ہے، اور اس میں آمد و رفت کا ذریعہ یہی کشتیاں ہیں۔ چنانچہ ہم

ایک پانی کی بس میں سوار ہو گئے وہ پانی میں چلتی اور مختلف مقامات پر رکتی رہی، کچھ لوگ اترتے اور دوسرے چڑھ جاتے۔"(۱۵)

دنیا کے دیگر ممالک کے مختلف شہروں کے برعکس اطالیہ کے شہر "وینس" میں آمد و رفت کا ذریعہ پانی اور اس کے چھوٹے چھوٹے دریا ہیں جن میں کشتیاں چلتی رہتی ہیں۔ ان کشتیوں کو وہاں کی مقامی زبان میں ٹیکسی یا بس کہا جاتا ہے۔ ان چھوٹی کشتیوں میں اگر کوئی ذاتی طور سوار ہو کر سفر کرے تو وہ ٹیکسی کہلاتی ہے، جب کہ نسبتاً بڑی کشتی میں لوگ سواریوں کی طرح سفر کرتے ہیں جو بس کہلاتی ہے۔ وینس در حقیقت اٹلی کے شمال میں بحر متوسط کا ایک خوبصورت شہر ہے۔ جہاں پر ۱۱۸ چھوٹے چھوٹے جزیرے موجود ہیں اور ان کے درمیان ۱۸۰ آبی راستے ہیں۔ ان جزیروں کو آپس میں مختلف چھوٹے بڑے پلوں سے ملایا گیا ہے۔ جہاں مختلف جگہوں پر جانے کے لیے انہی آبی راستوں، پلوں اور کشتیوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

مفتی تقی عثمانی ایک مذہبی شخصیت ہیں۔ وہ در اصل انسانوں اور خاص طور سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود، خوشی اور دین میں کامیابی چاہتے ہیں۔ وہ دیارِ غیر میں نہ صرف اپنے وطن پاکستان کو یاد کرتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے عظیم اور شاندار ماضی میں جھانکتے ہوئے انہیں دینِ اسلام کی عظمتِ رفتہ کا احساس بھی دلاتے ہیں۔ اس سفر نامہ میں مذہبی عقائد کا رنگ غالب نظر آتا ہے جس میں مفتی تقی عثمانی نے مختلف جگہوں پر قرآن کریم کی آیات اور ان کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ مصنف کے اعلیٰ تاثراتی ذوق اور ادبی لگاؤ نے اس سفر نامے کو چار چاند لگا دیا ہے۔ فنی لحاظ سے سفر نامہ کی صنف کا شمار غیر افسانوی ادب میں ہوتا ہے۔ اس صنف کا ایک مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں شعرا، ناول نگار، افسانہ نگار، محقق، نقاد یا پھر ڈراما نگار وغیرہ کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد بلا کسی تردد کے طبع آزمائی کر سکتے ہیں۔ نیز سفر اور سفر نامہ نہ صرف لوگوں کو دنیا بھر کے علاقوں اور اقوام کی تاریخ و تہذیب کی معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے مختلف قوموں کو ایک دوسرے کے علوم و فنون کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ جس کی ایک مثال ہمیں درج ذیل اقتباس سے بھی ملتی ہے:

"آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان سپین میں پہنچے اور سو سال بعد سسلی میں وارد ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ، فلسفہ، طبیعیات، طب، ریاضی، شعر و ادب، تاریخ، علم الکلام اور دیگر درجنوں علوم لے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ علوم، فرانس اور دیگر ممالک میں پہنچے۔ اور بارھویں صدی میں یورپ مائل بہ علم ہو گیا۔ یہ شوق بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ سولھویں صدی میں ایک عام بیداری پیدا ہو گی۔ اسے یورپ کی حیات ثانیہ کہا جاتا ہے۔"(۱۶)

سفر نامے کو صرف ایک سفری دستاویز یا سیاحتی رہنمائی کا کتابچہ قرار دینا بہت بڑی حماقت ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ دیگر چیزوں میں جدت پردازی کے علاوہ سفر نامے کی صنف نے بھی جدیدیت کو اپنایا۔ سفر نامہ آج کل کے دور میں ایک جدید ادبی تخلیق کی صنف اختیار کر چکا ہے اور موضوعات کے اعتبار سے بھی اس میں کافی تنوع واقع ہو چکا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اگر سفر نامے کو جانچا جائے تو اس میں تفریحی، سیاسی، مذہبی، تاریخی، تحقیقی، تہذیبی اور ثقافتی نوعیت کے سفر نامے ملتے ہیں۔ جب کہ تکنیکی اعتبار سے یہ روزنامچہ، رپورتاژ اور خطوط سے مشابہت رکھتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱، ص:۳۰۸

۲۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، اردو سفر نامے انیسویں صدی میں، لکھنؤ، نصرت پبلیشر، ۱۹۸۷، ص:۲۱

۳۔ رحمان مذنب، مشمولہ، انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب میں سفر نامہ، لاہور، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۹، ص، ۲۱

۴۔ سلمٰی اعوان، سفر نامہ، اٹلی ہے دیکھنے کی چیز، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۷، ص:۲۰۷

۵۔ محمد اختر مونکا، پیرس ۲۰۵ کلو میٹر (سیاحت نامہ)، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۲، ص:ص:۳۳۴، ۳۳۵

۶۔ اے حمید، وینس کی سلگتی راتیں، لاہور، غالب پبلشرز، ۱۹۹۶، ص:۱۱۳

۷۔ اے حمید، وینس کی سلگتی راتیں، لاہور، غالب پبلشرز، ۱۹۹۶، ص:۱۶۲، ۱۶۳

۸۔ عشرت معین سیما، اٹلی کی جانب گامزن، زکوم، ۲۰۱۵، ص:۲۲

۹۔ سلمٰی اعوان، سفر نامہ، اٹلی ہے دیکھنے کی چیز، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۷، ص:۲۵

۱۰۔ ایم عبد الحق، ڈاکٹر، اطالیہ، بنگلور، پاسبان پریس، س،ن، ص:۱۳۱

۱۱۔ ایم عبد الحق، ڈاکٹر، اطالیہ، بنگلور: پاسبان پریس، س،ن، ص:۷

۱۲۔ بشریٰ رحمٰن، براہِ راست، س،ن، ص:۱۴

۱۳۔ عشرت معین سیما، سفر نامہ، اٹلی کی جانب گامزن، زکوم، ۲۰۱۵، ص:۳۵

۱۴۔ عبد الرحمٰن، مشمولہ، عبد المالک، مجاہد، میرے سنہرے سفر نامے، لاہور، دار السلام، لوئر مال، ۲۰۱۳، ص:۲۹۷

۱۵۔ محمد تقی عثمانی، مفتی، دنیا میرے آگے، کراچی، مہران پرنٹرز، ۲۰۰۴، ص:۳۶۵

۱۶۔ غلام جیلانی، برق، ڈاکٹر یورپ پر اسلام کے احسان، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۴، ص:۶۷

References in Roman Script:

1. Anwar Sadeed, Doctor, *Urdu Adab* ki Mukhtasir Tareekh, Islamabad: Muqtadira Qaumi Zaban, 1991, p:308
2. Qudsia Qureshi, Doctor, Urdu Safar Namay *19veen Sadi Mein*, Lucknow: Nusrat Publisher, 1987, p:21
3. Rehman Muznib, Mashmoola, Anwar Sadeed, Doctor, Urdu Adab Mein Safarnama, Lahore: Urdu Academy, 1989, p:21
4. Salma Awan, Safarnama*: Italy Hai* Dekhnay Ki Cheez, Islamabad: Dost Publications, 2017, p:207
5. Muhammad Akhtar Mamoonka, Paris 205 Kilometer (Siyahat Nama*)*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1982, pp:334–335
6. A. Hameed, Venice Ki Silgti Raten, Lahore: Ghalib Publishers, 1996, p:113
7. Ibid,p:162–163
8. Ishrat Moeen Seema, *Italy Ki Janib Gamzan*, Zaqoom, 2015, p:22

9. Salma Awan, *Safarnama: Italy Hai Dekhnay Ki Cheez*, Islamabad: Dost Publications, 2017, p:25
10. M. Abdul Haq, Doctor, *Italia*, Bangalore: Pasban Press, s.n., p:131
11. Ibid, p:7
12. Bushra Rehman, *Barah-e-Raast*, s.n., p:14
13. Ishrat Moeen Seema, *Safarnama: Italy Ki Janib Gamzan*, Zaqoom, 2015, p:35
14. Abdur Rehman, Mashmoola, Abdul Malik Mujahid, *Mere Sunhray Safarnamay*, Lahore: Dar-us-Salam, Lower Mall, 2013, p:297
15. Muhammad Taqi Usmani, Mufti, *Dunya Mere Agay*, Karachi: Mehran Printers, 2004, p:365
16. Ghulam Jelani Barq, Doctor, *Europe Par Islam Ke Ehsan*, Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1964, p:76